AL-MISBAH
RESEARCH JOURNAL

Al-Misbah, **Vol. 3, No. 1**(2023),108-121
https://almisbah.info/

مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کی تصنیف 'اظہار الحق' کے مباحث کا تفصیلی و تحقیقی جائزہ

A DETAILED AND FACTUAL REVIEW OF 'IZHAR AL-HAQQ' WRITTEN BY MAULANA RAHMATULLAH KIRANWI'S

* Abdul haq
** Dr. Gulzada

ABSTRACT:

When the British Empire was advancing very fast to take over the seat of power in India, the Christian preachers also seized the opportunity and intensified their religious activities, and the British also supported them fully in this matter, and in the first stage, the Christians attacked the religion of Islam in speeches and writings, published books based on accusations and objections against the Holy Quran and the Holy Prophet (S.A.W), which influenced some weak Muslims and started all their families to accept Christianity and he succeeded in defending deene islam and rejecting Christianity, came to the field of speech when the English priest C.G. Funder started misleading people through his book Meezan-ul-Haq and made a fuss that Muslims do not have the power to answer Meezan-ul-Haq. Thus, Maulana Kiranwi had a decisive debate with C.G. Funder in 1854 A.D, in which Pastor Funder was heavily defeated, then when he migrated to Hijaz and traveled to Constantinople from there, at the request of Sultan Abd ul-Aziz Khan, he wrote Izhar-ul-Haq in rejection of Meezan-ul-Haq, in which details related to the distortion and abrogation of the Bible, belief Topics such as invalidation of the Trinity, miracles of the Qur'an and prophethood of Muhammad (S.A.W) were discussed in detail.

Keywords: Izhar-ul-Haq, Meezan-ul-Haq, Believes and Faiths.

تعارفِ موضوع:

اظہار الحق مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کی کتب میں سب سے معرکۃ الآراء اور آخری تصنیف ہے جو عربی زبان میں چار جلدوں پر مشتمل ہے جس کو مناظرہ اکبر آباد کے دس سال بعد تالیف کیا تھا اور پھر اسی کتاب نے مسیحی دنیا میں میزان الحق کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا بلکہ اُس کی پوری عمارت کو ڈھا کر زمین بوس کر دیا جس میں اسلام اور مسیحیت کے درمیان تمام تر بنیادی اور اختلافی مسائل پر سیر حاصل گفتگو ہوئی ہے، اظہار الحق کا یہ نسخہ جو تحقیقی کام میں راقم کے سامنے ہے، ڈاکٹر محمد عبد القادر خلیل ملکاوی کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ رئاسۃ عامۃ ریاض سے چار جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ مولانا کیرانویؒ نے مقدمہ میں تحریر کیا ہے کہ میں نے اس کتاب کا نام 'اظہار الحق' رکھا ہے، جس کی شرح میں عبد القادر ملکاوی کہتے ہیں کہ مولانا کیرانویؒ نے نام رکھے بغیر ہی اس کتاب کی تالیف مقدمہ، ابواب اور فصول کی صورت میں شروع کی اور تالیف مکمل ہونے کے بعد تائید ایزدی سے اس کا نام 'اظہار الحق' رکھا۔ ' لیکن امداد صابری کے ہاں اس کتاب کا تاریخی

*Ph.D. Scholar, Department of Islamic Studies, Qurtuba University of Science and Information Technology, Peshawar.
**Assistant professor, Department of Islamic Studies, Qurtuba University of Science and Information Technology, Peshawar.

ISSN-Online: 2790-8828
ISSN-Print: 2790-881X

نام 'تائید الحق' ہے۔[2] ظاہری اعتبار سے باعث تالیف تو سلطان عبد العزیز خانؒ ہے لیکن جس کو مولانا کیرانویؒ نے اظہار الحق کے مقدمہ میں باعث تالیف قرار دیا ہے وہ شیخ العلماء سید احمد بن زینی دحلانؒ ہے کیونکہ مولانا کیرانویؒ کے بقول علامہ سید احمد بن زینی دحلان نے آپ کو حکم دیا تھا کہ عیسائیت کے مقابلے میں جو کتابیں آپ نے لکھی ہیں، انہی میں سے پانچ موضوعات کے مباحث کا عربی میں ترجمہ کریں، جس کے بعد آپؒ نے احمد بن دحلان کے حکم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کمر کس لی۔[3] مگر اسباب تالیف اس وقت میسر ہوئے جب سلطان عبد العزیز خانؒ نے آپؒ کو حکم دیا کہ میزان الحق کے رد میں ایک مدلل کتاب لکھنے کی ضرورت ہے، بایں وجہ خیر الدین پاشا نے آپؒ سے کہا کہ یہ کتاب تو آپؒ نے امیر المؤمنین سلطان عبد العزیز خانؒ کی خواہش پر تحریر کی ہے تو شیخ العلماء کے بجائے اس میں سلطان کا تذکرہ ہونا چاہئے جس پر آپؒ نے کہا:

> "اس خالص مذہبی خدمت میں کسی دنیاوی غرض و مقصد کا کوئی شائبہ نہ آنا چاہیے اس کے علاوہ مکہ معظمہ میں خود شیخ العلماء مجھ سے ان حالات کے قلمبند کرنے کی خواہش کر چکے تھے اور ابتدائی مواد کی ترتیب کا کام بھی شروع کر دیا تھا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کتاب کی تالیف کا اصل سبب شیخ العلماء ہے کسی وجہ سے اگر وہ مجھے امیر مکہ تک نہ پہنچاتے تو میری رسائی یہاں تک نہ ہوتی اور اس خدمت کا موقع نہ ملتا"[4]

لیکن اظہار الحق چونکہ میزان الحق کے جواب میں تحریر کی گئی ہے بایں وجہ زیر نظر مضمون میں پہلے میزان الحق کے مباحث کا اجمالی تعارف ذکر کیا جاتا ہے اور پھر اظہار الحق کے مباحث کا تفصیلی اور تحقیقی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

فرضیہ تحقیق:

i. موجودہ زمانے میں عیسائی مشنریوں کے دین اسلام پر وارد ہونے والے اعتراضات کا تحقیقی اور تفصیلی انداز میں جواب دینے کے لیے اظہار الحق سے کس انداز میں استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

ii. صحیح اور اسلامی عقائد کے تحفظ کے لیے اور مسیحی عقائد کے روک تھام کے لیے اظہار الحق میں مولانا کیرانویؒ کے منہج سے کس حد تک فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ:

ڈاکٹر محمد عبد اللہ کا مضمون بنام 'اظہار الحق کے خصائص و امتیازات' شائع ہو چکا ہے جس میں اظہار الحق کے خصائص و امتیازات سے متعلق تفصیلی گفتگو ہوئی ہے البتہ کتاب کے مباحث کا تفصیلی و تحقیقی جائزہ نہیں لیا گیا لہذا اس ضرورت کو مذکورہ تحریر میں بقدر استطاعت پورا کیا جائے گا۔

میزان الحق کا مختصر تعارف:

میزان الحق سی جی پادری فانڈر کی تصنیفات میں سے وہ تصنیف ہے جس کو مسیحی دنیا میں بڑی قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور اسی تصنیف کی بدولت پادری فانڈر نے مسیحی دنیا کی ادبی حلقوں میں بھی شہرت پائی۔ انگلستان میں یہ کتاب "The Balance of the Truth" کے نام سے مشہور ہے، جس میں فادری فانڈر نے بزعم خویش حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے کے لیے چھ اصول بیان کیے ہیں، جن کے ذریعے حق و باطل میں فرق کیا جاسکتا ہے، یہ کتاب ایک مقدمہ اور تین ابواب پر مشتمل ہے، مقدمہ میں آیات قرآنیہ، احادیث مبارکہ اور عربی اور فارسی کے اشعار سے بھی استفادہ کیا گیا ہے اور اس بات پر زور دیا ہے کہ تحقیق

کے سلسلے میں ہر طرح کے بغض و نفرت اور الزام تراشی سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔[۵]

اس کے بعد تینوں ابواب میں مندرجہ ذیل مباحث کو ذکر کیا گیا ہے:

۱. عہد عتیق و انجیل کا کلام الٰہی ہونا اور منحرف و منسوخ نہ ہونا
۲. مروجہ عہد عتیق و جدید کا جناب نبی کریم ﷺ کے زمانے میں موجود ہونا
۳. دینِ اسلام کا الہامی شریعت ہونا، قرآن مجید کا کلام باری ہونا اور جناب رسول اللہ ﷺ کا مدعی ختم نبوت ہونا۔[۶]

اظہار الحق کے مباحث:

اظہار الحق کے مباحث کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱. مقدمہ جس میں منہج تحریر اور بعض ضروری فوائد کا بیان ہے۔
۲. عہد نامہ قدیم و جدید سے متعلق تفصیلات و مباحث
۳. اثباتِ تحریف کی بحث
۴. اثباتِ نسخ کی بحث
۵. عقیدہ تثلیث کے بطلان کی بحث
۶. قرآن مجید کے اعجاز کی بحث
۷. نبوتِ محمدی ﷺ کی بحث

اب ہر مبحث کا تفصیلی و تحقیقی جائزہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

ا۔ مقدمہ:

مقدمہ میں جو سب سے اہم مبحث ہے وہ اظہار الحق کا منہج اور طرز تحریر ہے کہ اس کتاب کے لکھنے کا انداز کیا ہو گا، کس طرح دلائل کو ذکر کیا جائے گا، مخالفین کے اعتراضات کے جوابات کس طرح دیے جائیں گے، پادریوں کے دلائل کا توڑ کس طریقے سے کیا جائے گا، اس کے علاوہ ان تمام تر دلائل کے مآخذ کون سی کتب ہوں گی۔ ان تمام باتوں کو آٹھ امور میں بیان کیا ہے، جن میں سے بعض باتیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱. اظہار الحق میں بغیر حوالے کے جو عبارت مذکور ہو گی تو وہ مسیحی فرقہ پروٹسٹنٹ پادریوں کی کتابوں سے بطور الزامی جواب منقول ہو گی۔
۲. اسلامی کتابوں سے منقول عبارات باحوالہ ہوں گی لیکن اگر کتاب زیادہ مشہور ہو تو از راہ اعتماد حوالہ چھوڑ دیا جائے گا۔
۳. اکثر عبارات فرقہ پروٹسٹنٹ کی کتب سے لی گئی ہیں، چاہے تراجم ہوں یا تفاسیر و تواریخ۔
۴. کیتھولک فرقے کی کتب سے بھی استفادہ کیا ہے۔
۵. پروٹسٹنٹ فرقے کی بُری عادت ہے کہ اصلاح کے نام پر اپنی کتابوں کی ہر طباعت میں ردوبدل کرتے ہیں، جو لوگ پادریوں کی اس بری عادت سے واقف نہ ہوں تو وہ دھوکہ کھاجاتے ہیں کہ ناقل نے غلطی کی ہے حالانکہ وہ صحیح ہوتی ہیں۔[۷]

مولانا کیرانویؒ نے اُن کی اس بری عادت کے پیش نظر اُن بارہ کتب کا تفصیلی تعارف تحریر کیا ہے جن سے آپؒ نے عبارات نقل کی

ہیں، جن میں سے ساتویں امر کے تحت رقم طراز ہیں: اکثر پروٹسٹنٹ پادریوں کی عادت مخالفین کے جواب دینے میں یہ رہی ہے کہ وہ مخالف کی کتاب کو تعصب اور تنگ نظری کے ساتھ دیکھتے ہیں، اگر کتاب میں کچھ کمزور باتیں مل جائیں تو انہی باتوں کو اچھال کر عوام الناس کو دھوکہ دیتے ہیں۔[8] اس کے بعد میزان الحق سے پادری فانڈر کے ۲۴ اقوال وعادات کے جوابات تحریر فرمائے ہیں، جن میں سے پہلا قول یہ ہے کہ قرآن کریم اور اُس کے مفسرین کا نسخ کے باب میں دعویٰ ہے کہ جیسے تورات، زبور کے نازل ہونے کے سبب منسوخ ہوا اور زبور، انجیل کے نزول کی وجہ سے منسوخ ہوا، ایسے ہی انجیل قرآن کریم کے نزول کی وجہ سے منسوخ ہوا ہے۔ مولانا کیرانویؒ فرماتے ہیں کہ پادری فانڈر کا یہ قول ایک بہتان ہے جس کی نہ قرآن میں کوئی اصل ہے اور نہ ہی تفاسیر میں بلکہ مسلمانوں کی کسی معتبر کتاب میں بھی اس دعویٰ کی کوئی اصل نہیں، جبکہ ہمارے ہاں نہ تو زبور، تورات کا ناسخ ہے اور نہ ہی انجیل بلکہ حضرت داوٗدعلیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر تھے۔[9] جبکہ عادات میں ایک عادت یہ ہے کہ پادری فانڈر کبھی قرآنی آیات کا ترجمہ وتفسیر اپنی (فاسد اور شیطانی) رائے سے کرتا ہے تاکہ اس پر اعتراض وارد ہو جائے اور پھر دعویٰ یہ کرتا ہے کہ قرآنی آیات کا صحیح ترجمہ وتفسیر وہی ہے جو میں نے کی ہے وہ نہیں جو علمائے اسلام اور مفسرین عظام نے کی ہے اور سادہ لوح عوام پر بے جا رعب ڈالنے کے لیے کچھ تفسیری اصول بھی بیان کرتا ہے جیسے میزان الحق کے صفحہ ۲۳۸،۲۳۷ پر کیا ہے۔[10]

آخری عنوان الامر الثامن کے تحت فرماتے ہیں کہ میں نے علماء اور مقامات کے نام اُن کتابوں سے لیے ہیں، جو انگریزی زبان میں ہیں یا پروٹسٹنٹ فرقہ کے تراجم سے یا فارسی، عربی اور اردو رسالوں سے لیے ہیں۔[11]

۲۔ عہد نامہ قدیم وجدید سے متعلق مباحث:

اس مبحث میں عہد نامہ قدیم وجدید کی کتابوں سے متعلق تفصیلات بیان کی ہیں، جس کے لیے مولانا کیرانویؒ نے اس مبحث کو چار فصول میں تقسیم کیا ہے، پہلی فصل کتابوں کے ناموں اور تعداد کے بیان میں ہے اس طور پر کہ مسیحی لوگ اپنی مذہبی کتب کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں، پہلی قسم کی کتابوں کے بارے میں اُن کا دعویٰ ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعے حاصل ہوئی ہیں اور دوسری قسم کی کتابیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد الہاماً لکھی گئی ہیں، پہلی قسم کے مجموعے کا نام عہد عتیق ہے اور دوسری قسم کے مجموعے کا نام عہد جدید ہے اور دونوں عہدوں کے مجموعہ کا نام بائبل[12] ہے۔ آگے اِن دو عہدوں کی پھر دو قسمیں ہیں، ایک قسم وہ جس کی صحت پر جمہور مسیحی قدماء کا اتفاق ہے اور دوسری قسم مختلف فیہ ہے۔[13] عہد عتیق کی پہلی قسم کی ۳۸ کتابیں ہیں، اور یہ تمام کتابیں جمہور مسیحی قدماء کے نزدیک قابل اعتماد ہیں، جبکہ عہد جدید کی پہلی قسم میں بیس اور دوسری قسم میں سات کتابوں کو ذکر کیا ہے۔[14]

دوسری فصل میں فرماتے ہیں کہ اہل کتاب کے پاس اپنی کسی بھی کتاب کی سند متصل نہیں جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب تورات کی کوئی بھی ایسی سند نہیں جس سے پتہ چلے کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصنیف ہے اور اس پر کئی امور دلالت کرتی ہیں، جن میں سے پہلا امر یہ ہے: یہ تورات یوشیا بن آمون[15] کے زمانے سے پہلے منقطع ہے اور وہ نسخہ جو اس بادشاہ کی تخت نشینی کے اٹھارہ سال بعد ملا ہے وہ یقیناً قابل اعتماد نہیں ہے اور ناقابل اعتماد ہونے کے ساتھ ساتھ یہی نسخہ تقریباً بخت نصر کے واقعہ سے پہلے ضائع ہو گیا تھا جبکہ بخت نصر[16] کے واقعہ میں تورات اور عہد عتیق کی تمام کتابیں صفحہ ہستی سے مکمل طور پر مِٹ چکی تھیں اور جب نصرانیوں کے گمان کے مطابق عزرا نے یہ ساری کتابیں لکھیں تو اُن کے نسخے اور اکثر نقول انتیوکس کے حادثہ میں ضائع ہو گئیں۔[17] اس کے علاوہ انجیل یوحنا کی سند کو ۹ دلائل سے غیر معتبر قرار دیا گیا ہے جن میں سے آخری دلیل یہ ہے کہ اناجیل اربعہ کی تالیف کے زمانہ میں کمزور ضعیف اور بے سند روایات پائی جاتی تھیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نصرانیوں کے پاس اس کتاب کی کوئی سند نہیں ہے کیونکہ 'ہورن' نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے: 'وہ

حالات جو ہم تک قدماء نصرانی مؤرخین کے انجیلوں کی تالیف کے زمانے کے بارے میں پہنچے ہیں وہ ناقص اور غیر معین ہیں، وہ حالات ہمیں کسی معین چیز کی طرف نہیں پہنچا سکتے۔ جبکہ قدیم نصرانی علماء نے کمزور اور بے سر وپا روایات کی تصدیق کر کے کتابوں میں ان کو جگہ دی اور بعد والوں نے اپنے بڑوں کی تعظیم میں وہ قبول کیں، لہذا سچی اور جھوٹی روایات کا یہ ملغوبا ایک کاتب سے دوسرے کاتب تک منتقل ہو تارہا اور مدت مدید گزرنے کے بعد اس پر نقد و جرح مشکل ہو گیا۔ فصل کے آخر میں "حال بعض الرسائل" کے عنوان سے مختلف رسائل جیسے رسالہ عبرانیہ، رسالہ یعقوب اور رسالہ یہوذا کے احوال کو بھی تفصیلی طور پر ذکر کیا ہے۔[18]

تیسری فصل اس بات کے بیان میں ہے کہ یہ ساری کتابیں اختلافات اور اغلاط سے بھری پڑی ہیں، مولانا کیرانویؒ نے اس فصل کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے، پہلی قسم اختلافات کے بیان میں ہے جس کے تحت اختلافات کی ۱۲۵ مقامات کی نشاندہی کی ہے جو از صفحہ ۱۶۸ تا ۲۴۴ ہیں، جن میں سے دو اختلافات حسب ذیل ہیں:

اختلاف اول: جو آدمی کتابِ حزقیال کے ۴۵ اور ۴۶ باب کا تقابل سفر العدد کے ۲۸ اور ۲۹ باب کے ساتھ کرے گا تو احکامات میں صریح اختلاف پائے گا۔

اختلاف ثانی: کتابِ یوشع کے تیرھویں باب اور سفر التثنیہ کے دوسرے باب کے درمیان بنی جاد کے میراث کے بیان میں کھلا اور واضح اختلاف ہے جس میں یقینی طور پر ایک غلط ہے۔[19]

دوسری قسم اغلاط کے بارے میں ہے لیکن یہ اغلاط قسم اول کی اغلاط کے علاوہ ہیں، جس میں ۱۱۰ اغلاط کو بیان کیا ہے جو از صفحہ ۲۵۷ تا ۳۵۰ ہیں۔ جن میں سے چند کو یہاں بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے: سفر خروج کے بارھویں باب، آیت نمبر چالیس میں ہے کہ مصر میں بنی اسرائیل کے رہنے کی مدت ۴۳۰ سال ہے اور یہ غلط ہے اس لیے کہ یہ مدت ۲۱۵ سال ہے اور ان کے مفسرین اور مؤرخین نے بھی اقرار کیا ہے کہ یہ غلط ہے۔ سفر عدد کے پہلے باب میں ہے کہ بنی اسرائیل میں غیر لاویین میں سے جو لوگ ۲۰ سال کی عمر تک پہنچ گئے ان کی تعداد چھ لاکھ سے زیادہ تھی، اور لاویین کی مرد و عورتیں، اسی طرح باقی نسلوں کی عورتیں اور اسی طرح وہ مذکر اولاد جو ۲۰ سال تک نہیں پہنچی اس عدد سے خارج ہیں، اور یہ غلط ہے جیسے کہ فصل ثانی میں تورات کے حال سے آپ کو معلوم ہوا۔[20]

چوتھی فصل اس بات کے بیان میں ہے کہ اہل کتاب کی یہ جرأت نہیں کہ وہ یہ دعویٰ کریں کہ عہد عتیق و جدید میں سے ہر کتاب الہامی ہے اور جو وقعات و احکام اس میں مذکور ہیں وہ بھی الہامی ہیں، یہ دعویٰ سر تا پا مکمل غلط ہے اور اس کے غلط ہونے پر بہت زیادہ دلائل ہیں جن میں سے مولانا کیرانویؒ نے ۱۷ دلائل ذکر کیے ہیں، جو از صفحہ ۳۵۳ تا ۳۸۶ ہیں، جن میں سے دو دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

پہلی دلیل یہ ہے کہ ان کتابوں میں بہت زیادہ معنوی اختلافات پائے جاتے ہیں اور ان کے محققین و مفسرین نے بھی ان اختلافات کو تسلیم کیا ہے کہ دو مختلف عبارتوں میں سے ایک سچی اور دوسری جھوٹی ہے یا تو قصداً تحریف کی وجہ سے یا کاتب کی غلطی کی وجہ سے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ کتب عہد عتیق و جدید اغلاط سے بھری پڑی ہیں جیسے کہ تیسری فصل میں ۱۰۰ سے زیادہ غلطیوں کو تحریر کیا گیا ہے، جبکہ الہامی کلام اغلاط اور اختلافات معنویہ سے کوسوں دور ہوتا ہے۔[21]

اس مبحث کے آخر میں مولانا کیرانویؒ نے موجودہ تورات و انجیل سے متعلق مسلمانوں کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اصلی تورات و انجیل رسول اللہ ﷺ کی بعثت مبارکہ سے قبل مفقود ہو چکے تھے اور اس وقت جو تورات اور انجیل کے نسخے ہیں ان کی حیثیت ایسی تاریخی کتابوں کی ہے جو رطب و یابس سے پر ہیں، رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بھی یہ کتابیں اپنی اصلی حالت میں محفوظ نہیں تھیں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وہ حواری جو آپ کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے بعد باقی رہ گئے ان کے بارے میں اہل اسلام

کاعقیدہ یہ ہے کہ وہ نیک صالح لوگ تھے لیکن وہ انبیاء نہ تھے اور مسلمانوں کے ہاں اُن حواریین کے اقوال کی حیثیت نیک مجتہدین کے اقوال کی طرح ہے جو درستگی اور غلطی دونوں کا احتمال رکھتے ہیں، البتہ مسلمانوں کے ہاں تورات وہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی اور انجیل وہ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

القصہ یہ موجودہ تاریخی کتابیں اور رسالے وہ تورات اور انجیل نہیں ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے بلکہ ان کا حکم عہد عتیق کی تمام کتب جیسا ہے کہ قرآن کریم نے جس بات کی تصدیق کی وہ یقیناً مقبول ہے اور جس کو جھٹلایا وہ یقیناً جھوٹی اور مردود ہے اور جس کی تکذیب وتردید نہیں کی تو اس کے بارے میں شرعاً سکوت کا حکم ہے۔[۲۲]

۳۔ ثبوتِ تحریف کی بحث:

مبحث کے ابتداء میں اصل مقاصد کے ذکر سے پہلے بطور تمہید تحریف کی دو قسمیں بیان کی ہیں: پہلی لفظی اور دوسری معنوی، دوسری قسم میں اہل اسلام اور عیسائیوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں اس لیے کہ وہ سارے تحریف معنوی کو مانتے ہیں جو یہودیوں کی طرف سے عہد عتیق کی ان آیات کی تفسیر میں ہوئی ہے جن میں مسیحیوں کے گمان کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے اور ان احکامات کی تفسیر میں بھی تحریف معنوی کے قائل ہے جو یہودیوں کے نزدیک ابدی ہیں، اور فرقہ پروٹسٹنٹ کے علماء دونوں عہدوں کی کتابوں میں تحریف معنوی کے قائل ہیں، اس لیے تحریف معنوی کو ثابت کرنے کی ضرورت نہیں، البتہ تحریف کی پہلی قسم کا پروٹسٹنٹ علماء نے شدید انکار کیا ہے اور انہوں نے اپنے رسائل میں جھوٹ سے مزین اور عقل و نقل کے خلاف ایسی دلیلیں دی ہیں جو دیکھنے والوں کو شک میں ڈالتی ہیں، ان کے ثبوت کے سلسلے میں مولانا کیرانویؒ فرماتے ہیں کہ مسیحیوں کی ساری کتابوں میں تحریف لفظی اپنی تمام قسموں سمیت ثابت ہے اور پھر ان تینوں قسموں کو ترتیب کے ساتھ تین مقاصد میں بیان کیا ہے۔[۲۳]

پہلا مقصد: تبدیلی کے ذریعے لفظی تحریف کو ثابت کرنے کے بیان میں ہے جس پر پینتیس دلائل پیش کیے ہیں، جن میں سے پہلی دلیل قارئین کی نذر ہے کہ نسخہ عبرانیہ کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان تک کا زمانہ ۱۶۵۶ سال ہے اور یونانی نسخہ کے مطابق ۲۲۶۲ سال ہے اور سامری نسخہ کے مطابق ۱۳۰۷ سال ہے۔[۲۴]

دوسرا مقصد: اضافہ کے ذریعے لفظی تحریف کو ثابت کرنے کے بیان میں ہے جس پر مولانا کیرانویؒ نے ۴۵ دلائل تحریر کئے ہیں، جن میں سے پہلی دلیل یہ ہے: مسیحیوں کے نزدیک عہد عتیق کی آٹھ کتابیں ۳۲۴ء تک مشکوک اور غیر مقبول رہیں اور وہ آٹھ کتابیں مندرجہ ذیل ہیں: کتاب آستیر، کتاب باروخ، کتاب طوبیا، کتاب یہودیت، کتاب وزدم، کتاب ایکلیزیا سٹیکس، الکتاب الاول للمکابیّین، الکتاب الثانی للمکابیّین، پھر ۳۲۵ء میں سلطان قسطنطین کے حکم سے نائس شہر میں مسیحی علماء کی ایک مجلس منعقد ہوئی، تاکہ اِن مشکوک کتابوں کے معاملے میں مشورہ اور تحقیق کریں، مشورہ اور تحقیق کے بعد ان لوگوں نے فیصلہ کیا کہ کتاب یہودیت واجب التسلیم ہے اور باقی کتابیں اپنی حالت پر مشکوک ہے۔ اس کے بعد ۳۶۴ء میں لودیسیا کی مجلس منعقد ہوئی، اس مجلس نے کتاب یہودیت کے بارے میں پہلی مجلس کے علماء کا فیصلہ تسلیم کیا اور اس پر مذکورہ کتابوں میں سے کتاب آستیر کا اضافہ کیا اور اپنے فیصلے کو عمومی پیغام کے ذریعے پکا کیا۔ پھر ۳۹۹ء میں کارتھیج کی مجلس منعقد ہوئی، جس میں ۱۲۷ مشہور مسیحی علماء شریک تھے جن میں سے مشہور و مقبول 'اگسٹائن' بھی تھا، اسی مجلس کے علماء نے بھی پہلی دو مجلسوں کے فیصلے تسلیم کیے اور باقی کتابوں کو بھی تسلیم کیا لیکن کتاب باروخ کو کتاب ارمیا کے لیے بمنزلہ جزء بنا دیا اس لیے کہ حضرت باروخ علیہ السلام حضرت ارمیا علیہ السلام کے لیے بمنزلہ نائب کے تھے، اس کے بعد تین اور مجالس بھی منعقد ہوئیں: مجلس ترلو، مجلس فلورنس اور مجلس ترنت، جبکہ ان تین مجالس کے علماء نے بھی سابقہ تین مجالس کے فیصلوں کو تسلیم کیا۔[۲۵]

خلاصہ یہ ہوا کہ اِن چھ مجالس کے بعد یقینی طور پر کتب مذکورہ کے مشکوک ہونے کو جمہور مسیحیوں نے تسلیم کر لیا اور باقی کتب کو واجب التسلیم قرار دیا گیا۔

تیسرا مقصد: کمی کے ذریعے تحریف لفظی کے اثبات کے بیان میں ہے جس پر مولانا کیرانوی نے بیس دلائل پیش کیے ہیں، جن میں سے پہلی دلیل یہ ہے کہ سفر خلیفہ کے پندرھویں باب کی تیرھویں آیت میں اس طرح ہے:

"وقیل له اعلم عالما أن نسلک سیکون ساکنا فی غیر أرضهم ویستبعدونهم ویضیقون علیهم أربعمائة سنة"

"اور اس سے کہا گیا کہ اچھی طرح جان لو تیری نسل غیر کے علاقے میں رہے گی وہ ان کو دور کر دیں گے اور چار سو سال تک ان پر تنگی کریں گے"

اس طرح اسی باب کی چودھویں آیت میں ہے:

"ولکن الشعب الذی یستبعدهم أنا أدینه ومن بعد هذا یخرجون بمال جزیل"

"وہ گروہ جو ان کو دور کرے گا میں ان کو سنبھالوں گا اور اس کے بعد بہت زیادہ مال لے جائیں گے"

مندرجہ بالا دونوں آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ زمین سے مراد مصر کی زمین ہے اس لیے کہ جن لوگوں نے بنی اسرائیل کو غلام بنایا اور ان کو تنگ کیا اللہ تعالیٰ نے اُن کو ذلیل کیا اس کے بعد بنی اسرائیل بہت زیادہ مال لے کر نکلے اور وہ مصر والے تھے کوئی اور نہ تھے اس لیے کہ یہ امور غیروں میں نہیں پائے جاتے۔[۲۶]

مقاصد ثلاثہ کے اختتام اسی مبحث کے تحت ایسے آٹھ امور کا ذکر بھی کیا ہے جن سے عیسائیوں کی کتابوں میں تحریف کا استبعاد ختم ہو جاتا ہے، جن میں سے دو امور مندرجہ ذیل ہیں:

امر پنجم میں رقم طراز ہے کہ قدیم مسیحی عہد عتیق عبرانی نسخہ کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے بلکہ اکثریت اس میں تحریف کے معتقد تھے، ان کے نزدیک یونانی ترجمہ دوسری صدی عیسوی تک معتبر رہا اس لیے عبرانی نسخہ کی طرف کسی نے توجہ نہیں دی اور پہلی صدی عیسوی کے آخر تک یہ ترجمہ یہودیوں کے عبادت خانوں میں استعمال ہوتا تھا، اس وجہ سے بھی عبرانی نسخے کم تھے لیکن باوجود کمی کے یہ نسخے ان کے پاس ہوتے تھے۔ پھر امر ششم میں رقم طراز ہے کہ یہودیوں نے اکثر وہ نسخے ختم کر دیے جو ساتویں اور آٹھویں صدی عیسویں میں لکھے گئے تھے اس لیے کہ یہ ان نسخوں کے بہت زیادہ مخالف تھے جو ان کے نزدیک قابل اعتماد تھے۔ اس لیے عہد عتیق کی تصحیح کرنے والوں کے ہاتھ وہ نسخے لگے ہی نہیں جو ان دو صدیوں میں لکھے گئے تھے، ان نسخوں کے ختم کرنے کے بعد صرف وہ نسخے رہ گئے جو ان کو پسند تھے تو تحریف کے لیے ان کے سامنے وسیع میدان تھا۔[۲۷]

۴۔ ثبوتِ نسخ کی بحث:

نسخ لغت میں دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے، پہلا معنیٰ ہے باطل کرنا اور زائل کرنا، کہا جاتا ہے: "نسخت الریح الاثر" ہوا نے اثر کو زائل کر دیا، جبکہ قرآن کریم میں ہے:

"وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ

اللّـٰـهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُـمَّ يُحْكِمُ اللّـٰـهُ اٰيَاته وَاللّـٰـهُ عَلِيْـمٌ حَكِـيْـمٌ"[28]

"اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی بھی ایسا رسول اور نبی نہیں بھیجا کہ جس نے جب کوئی تمنا کی ہو اور شیطان نے اس کی تمنا میں کچھ آمیزش نہ کی ہو، پھر اللہ شیطان کی آمیزش کو دور کر کے اپنی آیتوں کو مضبوط کر دیتا ہے، اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔"

اِس آیت میں نسخ پہلے معنیٰ میں مستعمل ہے یعنی ایک چیز کو باطل کرنا اور اُس کی جگہ دوسری چیز کو قائم مقام بنا دینا۔

دوسرا معنیٰ ہے نقل کرنا اور حوالہ کرنا، کہا جاتا ہے "نسخ الکتاب أی نقله وکتبه حرفا بحرف" یعنی اس کو حرف بحرف نقل کر کے لکھا، جبکہ قرآن میں بھی ہے:

"هٰذَا كِتَابُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُـمْ تَعْمَلُوْنَ"[29]

"یہ ہمارا دفتر تم پر سچ سچ بول رہا ہے، کیونکہ جو کچھ تم کیا کرتے تھے اسے ہم لکھ لیا کرتے تھے۔"

تو یہاں 'نسخ' کا لفظ بمعنیٰ ایک چیز کو بعینہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے معنی میں ہے۔[30]

اور اہل اسلام کی اصطلاح میں: شروط کے جامع عملی حکم کے پورے ہونے کی مدت کو نسخ کہتے ہیں، اس لیے کہ ہمارے نزدیک واقعات میں نسخ نہیں ہوتا اور عقلی یقینی امور میں بھی نسخ نہیں ہوتا جیسے دنیا کا بنانے والا موجود ہے، اور امور حسیہ میں بھی نسخ نہیں ہوتا جیسے دن کی روشنی اور رات کا اندھیرا۔[31]

اور لفظ 'انتهاء' کے ساتھ نسخ کی تعبیر بہت باریک ہے اور اختتام بیان کے ساتھ نسخ کی تعبیر جائز نہیں، اس لیے کہ جس حکم کی انتہاء ہوتی ہے وہ مؤقت ہوتا ہے اور یہ تعریف اللہ تعالیٰ کے بارے میں نسخ کے لیے ہے اور بہر حال انسانوں کے بارے میں نسخ کی تعریف اِن الفاظ میں کی جاتی ہے:

"قَالُوا فِي حَدِّ النَّسْخِ: إِنَّه رَفْعُ الْحُكْمِ الشَّرْعِيِّ بِدَلِيلٍ شَرْعِيٍّ مُتَأَخِّرٍ، وَمِثْلُهُ رَفْعُ بَرَاءَةِ الذِّمَّةِ بِدَلِيلٍ"[32]

اور نسخ صرف ہماری شریعت کے ساتھ خاص نہیں بلکہ پچھلی شریعتوں میں دونوں قسموں سمیت کثرت سے پایا گیا ہے پہلی یہ کہ آنے والی شریعت میں پچھلے نبی کی شریعت کا کوئی حکم منسوخ ہو اور دوسرا یہ کہ کسی نبی کی شریعت میں اُسی نبی کی شریعت کا کوئی حکم منسوخ ہو، قسم اول پر بطور دلیل کے اکیس مثالیں سابقہ ادیان کی روشنی میں ذکر کی ہیں، جن میں سے دو مثالیں مندرجہ ذیل ہیں: گیارھویں مثال میں رقم طراز ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں ذبیحوں کے احکامات زیادہ اور ہمیشہ والے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں وہ سارے احکامات منسوخ ہو گئے۔ بارھویں مثال میں فرماتے ہے کہ بہت سارے وہ احکامات جو آل ہارون علیہ السلام کے ساتھ خاص تھے یعنی کہانت، لباس، خدمت کے لیے حاضر ہونے کا وقت وغیرہ ابدی احکامات تھے اور وہ سارے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں منسوخ ہو گئے۔[33]

نسخ کی قسم ثانی میں ایک ہی دین سماوی کے متعلق ثبوت نسخ پر بحث کی ہے جس پر بطور دلیل کے بارہ مثالیں پیش کی ہیں، جن میں سے بعض امثلہ مندرجہ ذیل ہے: جیسے کہ پہلی مثال میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کرنے کا حکم دیا اور عمل سے پہلے یہ حکم منسوخ ہو گیا جیسے سفر تکوین کے بائیسویں باب میں مذکور ہے۔ چھٹی مثال: سفر الاحبار کے چوتھے باب میں ہے کہ ایک جماعت کی خطا کا فدیہ ایک بیل ہے اور سفر عدد کے پندرھویں باب میں ہے کہ یہ ضروری ہے ایک بیل مع

لوازمات اور بکری کا بچہ ہو، تو پہلا منسوخ ہو گیا۔ ساتویں مثال: سفر تکوین کے چھٹے باب سے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں پرندوں اور حیوانات کی ہر جنس میں سے دو دو داخل کیے جائیں۔[۳۴]

۵۔ عقیدہ تثلیث کے بطلان کی بحث:

اس مبحث میں عقیدہ تثلیث کے بطلان سے متعلق بیان کی گئی ہے جس کے لیے باب کو ایک مقدمہ اور تین فصول میں تقسیم کیا ہے۔ مقدمہ میں بطور تمہید کے ان بارہ امور کو بیان کیا ہے جو آنے والی تینوں فصلوں کے مباحث کے لیے بطور اساس اور بنیاد کے ان کا سمجھنا ضروری ہے، مثلاً ان میں سے دو باتیں مندرجہ ذیل ہیں:

پہلی یہ کہ عہد عتیق کی کتابیں بزبانِ حال گویا ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا کبھی موت نہیں آئے گی، قدرت والا ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے اللہ جیسا کوئی نہیں نہ ذات میں نہ صفات میں، جسم و شکل سے پاک ہے اور یہ اُن کتابوں میں اتنا زیادہ اور مشہور ہے کہ شواہد کی کوئی ضرورت نہیں۔

دوسری یہ کہ عہد عتیق کی بے شمار آیات میں اللہ تعالیٰ کے لیے جسمیت، شکل اور اعضاء کی خبر داری ہے (نعوذ باللہ من ذالک) مثلاً سفر تکوین کے پہلے باب کی دو آیات '۲۶،۲۷' اور نویں باب کی چھٹی آیت میں اللہ تعالیٰ کے لیے شکل و صورت کا اثبات ہے۔[۳۵]

فصل اول میں عقلی دلائل کی روشنی میں عقیدہ تثلیث کی بطلان پر بحث کی گئی ہے جس کے لیے سات دلائل کو ناظرین کی نذر کیا ہے، جن میں سے چوتھی دلیل یہ ہے کہ جوہر لاہوتی اور ناسوتی کے درمیان اگر اتحاد حقیقی ہو تو ابن کا اقنوم محدود اور متناہی ہو گا۔ اور جب اس طرح ہو گا تو اس کا کمی بیشی کو قبول کرنا ممکن ہو گا اور جب بھی اس طرح ہو گا تو اس کا مقدارِ معین کے ساتھ ہونا کسی تخصیص کرنے والے کی تخصیص اور کسی اندازہ کرنے والے کے اندازے سے ہو گا اور جب اس طرح ہو گا تو وہ حادث ہو گا۔ جبکہ پانچویں دلیل یہ ہے کہ جب تینوں اقانیم حقیقی طور سے ممتاز ہیں تو یہ ضروری ہے کہ امتیاز دینے والا وجوبِ ذاتی کا غیر ہو اس لیے کہ یہ اُن میں مشترک ہے اور جس کے ساتھ اشتراک ہو وہ اس کا غیر ہوتا ہے جس سے امتیاز ہو۔ تو اُن میں سے ہر ایک دو اجزاء سے مرکب ہو گا اور ہر مرکب ممکن لذاتہ ہوتا ہے تو یہ لازم آئے گا کہ ہر اقنوم ممکن لذاتہ ہے۔[۳۶]

فصل ثانی میں عقیدہ تثلیث کے بطلان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اقوال کی روشنی میں بحث کی گئی ہے جس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ اقوال کو نقل کیا ہے، جن میں سے 'القول التاسع' کے تحت لکھتے ہے کہ انجیل یوحنا کے چودھویں باب کی چوبیسویں آیت میں مسیح علیہ السلام کا قول اس طرح ہے: "وہ کلام جو تم سنتے ہو یہ میرا نہیں بلکہ اس باپ کا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے" تو اس میں بھی رسالت اور اس بات کی تصریح ہے کہ وہ کلام جو تم سنتے ہو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہے۔ اور 'القول العاشر' کے تحت لکھا ہے: انجیل متی کے تئیسویں باب میں حضرت مسیح علیہ السلام کا اپنے شاگردوں سے خطاب میں اس طرح کلام ذکر ہے: زمین پر اپنے لیے کسی باپ کو نہ پکارو اس لیے کہ تمہارا باپ ایک ہے جو آسمانوں میں ہے اور کسی استاد کو نہ پکارو اس لیے کہ تمہارا استاد ایک مسیح ہے۔[۳۷]

فصل ثالث میں عقیدہ تثلیث کے ایک اہم جزء الوہیت مسیح علیہ السلام کا بیان ہے اور عیسائی مبلغین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الوہیت پر جو دلائل پیش کرتے ہیں، ان کا تجزیہ کرکے رد میں چار دلائل پیش کیے ہیں، جن میں الدلیل الثالث کے تحت لکھتے ہیں کہ انجیل یوحنا کے دسویں باب کی تیسویں آیت میں اس طرح ہے: "میں اور باپ ایک ہیں" تو یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مسیح علیہ السلام کے اتحاد پر دلیل ہے۔ جواب میں مولانا کیرانویؒ لکھتے ہے کہ یہ استدلال دو وجہ سے صحیح نہیں، پہلی وجہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسیحیوں کے نزدیک بھی انسان نفس ناطقہ ہے اور اس اعتبار سے متحد نہیں تو وہ تاویل کے محتاج ہیں، تو وہ کہتے ہیں کہ جیسے وہ انسانِ کامل ہے اسی طرح الہٰ کامل ہے پہلے

اعتبار سے مغایر ہے اور دوسرے اعتبار سے متحد ہے اور تجھے معلوم ہے کہ یہ تاویل باطل ہے۔ دوسری وجہ اس جیسی بات انجیل یوحنا کے سترھویں باب میں حواریین کے حق میں اس طرح واقع ہے تاکہ وہ سارے ایک ہو جائیں جیسے اے باپ تو مجھ میں اور میں تجھ میں، تاکہ وہ سب بھی ہم میں ایک ہو جائیں تاکہ عالم کو یقین آئے کہ تو نے مجھے بھیجا ہے اور میں نے اُن کو وہ بزرگی دی جو تو نے مجھے دی تاکہ وہ ایک ہو جائیں جیسے کہ ہم ایک ہی ہیں میں ان میں اور تو مجھ میں تاکہ وہ ایک کی طرف مکمل کرنے والے بن جائیں۔[۳۸]

۶۔ قرآن مجید کے اعجاز کی بحث:

اس مبحث میں قرآن کریم کے کلام باری و معجز ہونے اور نصرانی علماء کے شبہات کو ختم کرنے کے بارے میں بحث کی گئی ہے اور ساتھ اُن احادیث کی صحت کے اثبات کے مبحث کو ملایا ہے جو اہل سنت والجماعت کی صحاح ستہ میں مذکور ہیں، جس کے لیے پانچویں باب کو چار فصول میں تقسیم کیا ہے۔ فصل اول میں اُن دلائل کو جمع کیا ہے جن سے قرآن کریم کے کلام باری ہونے کا ثبوت ملتا ہے اگرچہ قرآن کریم کے اعجازی پہلو اور وجوہات بہت زیادہ ہیں لیکن مولانا کیرانوی نے حضرت مسیح علیہ السلام کے حواریین کی تعداد کے موافق بارہ دلائل جمع کی ہے جن میں سے دلیل پنجم کے تحت لکھتے ہیں: منافقین کے رازوں کے فاش کرنے میں، اس لیے کہ منافقین چپکے چپکے ہر قسم کے مکرو فریب اور دغابازیوں پر متفق ہوتے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو ان کے حالات سے وقتاً فوقتاً مطلع فرماتا اور تفصیل سے ان کے بارے میں باخبر فرماتا، اسی طرح یہود کے حال اور ان کی پوشیدہ خبروں کے بارے میں مطلع فرماتا۔[۳۹] جبکہ دسویں دلیل کے تحت لکھا ہے: اس دلیل و مدلول کا جامع ہونا، اس کا پڑھنے والا جب ایسا ہو کہ معانی کا ادراک کر سکتا ہو تو وہ ایک ہی کلام میں منطوق و مفہوم کے اعتبار سے حجت اور تکلیف کی جگہیں ایک ساتھ سمجھ لیتا ہے اس لیے کہ وہ کلام کی بلاغت کے ذریعے اعجاز پر استدلال کرتا ہے اور معانی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے امر و نہی، وعدہ اور وعید سے واقف ہوتا ہے۔[۴۰]

دوسری فصل قرآن کریم پر نصرانی علماء کے شبہات کے جوابات کے بیان میں ہے جن میں سے شبہ چہارم کے تحت لکھا ہے کہ قرآن میں وہ کچھ نہیں جو روح چاہتی ہے اور تمنا کرتی ہے، تو جواب میں مولانا کیرانویؒ رقم طراز ہیں کہ روح جس چیز کا تقاضا کرتی ہے اور تمنا کرتی ہے وہ دو چیزیں ہیں: ایک اعتقاد کامل دوسری اعمال صالحہ، اور قرآن کریم اعلیٰ پیمانے پر اِن دونوں پر مشتمل ہے، البتہ وہ امور جو پروٹسٹنٹ علماء کے اعتقاد کے مطابق روح کی ضرورت ہے اگر وہ چیزیں قرآن میں نہیں تو اس سے قرآن کا ناقص ہونا بالکل بھی لازم نہیں آتا جیسے توراۃ، انجیل اور قرآن اُن چیزوں کے نہ ہونے سے ناقص نہیں جو برہمن ہندوؤں کے اعتقاد کے مطابق روح کے لیے ضروری ہیں۔[۴۱]

تیسری فصل احادیث نبویہ ﷺ کی صحت کے اثبات کے بارے میں ہے جن کی روایت اہل سنت والجماعت کی صحیح کتابوں سے کی گئی ہیں، پھر اس فصل کو تین فوائد میں تقسیم کیا ہے۔

۱. یہود اور مسیحی جمہور علماء سلفاً اور خلفاً کتابت کی طرح زبانی روایات کو معتبر سمجھتے رہے بلکہ جمہور یہود تو لکھنے کے مقابلہ میں زبانی روایتوں کا بہت ہی اعتبار کرتے ہیں اور فرقہ کیتھولک کے ہاں دونوں طریقے ایک جیسے ہیں اور اُن کا یہی عقیدہ ہے کہ دونوں واجب التسلیم اور ایمان کی اصل ہیں، جبکہ فرقہ پروٹسٹنٹ نے اس کا انکار کیا ہے جیسے یہود میں سے فرقہ صادوقیوں نے انکار کیا ہے۔[۴۲]
۲. صحیح تجربہ سے یہ بات ظاہر ہے کہ ایک عجیب یا اہم معاملہ اکثر لوگوں کو یاد ہوتا ہے اور اس کے خلاف معاملہ اہتمام نہ ہونے کی وجہ سے اکثر یاد نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے جو لوگ ایک کھانے یا چند مخصوص کھانوں کے عادی نہیں ہوتے اگر ان سے پوچھو کہ کل یا پرسوں آپ نے کیا کھایا تھا تو عموماً اہتمام نہ ہونے کی وجہ سے اکثر لوگوں کو یاد نہیں ہوتا،

عجیب اور اہم نہ ہونے کی وجہ سے اور یہی حال اکثر افعال واقوال کا ہے۔[۴۳]

۳. تیسرے فائدہ میں احادیث صحیحہ سے متعلق تفصیلی بحث کی ہے کہ وہ کن وجوہات کی بناء پر اہل اسلام کے ہاں معتبر ہیں اور یہ وجوہات صفحہ نمبر ۹۱۶ سے لے کر صفحہ نمبر ۹۲۱ تک ہیں۔

چوتھی فصل احادیث مبارکہ ﷺ پر نصرانی علماء کی طرف سے شبہات کے جوابات کے بیان میں ہے، جن میں چوتھے نمبر پر یہ شبہ نقل کیا ہے کہ اکثر احادیث قرآن مجید کے خلاف ہیں اس لیے قرآن میں یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ سے معجزات ظاہر نہیں ہوئے اور احادیث میں ہے کہ آپ ﷺ سے بہت معجزات ظاہر ہوئے ہیں۔اسی طرح قرآن میں ہے حضرت محمد ﷺ (نعوذ باللہ) گنہ گار تھے اور اکثر احادیث میں ہے کہ آپ ﷺ معصوم ہیں اور قرآن میں ہے کہ حضرت محمد ﷺ ابتداء میں جہالت اور گمراہی میں تھے جیسے سورۃ الضحیٰ میں ہے:

"وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى"[٤٤]

اور احادیث میں ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش ایمان کی حالت میں ہوئی، اس وجہ سے آپ ﷺ سے بہت سے معجزات کا ظہور ہوا۔ یہ اُن کی قرآن اور احادیث میں مخالفت ثابت کرنے کی انتہائی کوشش ہے۔ مولانا کیرانویؒ آیت مبارکہ کے جواب میں لکھتے ہے: کہ یہاں 'ضالاً' سے مراد ضال عن الایمان نہیں جس کا معنی کافر ہے بلکہ اِس کی تفسیر میں کئی وجوہ ہیں مثلاً مرفوع حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں اپنے دادا سے گم ہو گیا اور میں چھوٹا بچہ تھا عنقریب میں بھوک سے مر جاتا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے راستہ دکھایا۔[۴۵]

۷۔ نبوتِ محمدی ﷺ کی بحث:

اس مبحث میں رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے اثبات اور عیسائی علماء کے اعتراضات کے جوابات کا بیان ہے، جس میں جناب نبی کریم ﷺ کی رسالت و نبوت کے اثبات پر بحث کی گئی ہے اور مسیحی مبلغین کی جانب سے آپ ﷺ کی رسالت و نبوت پر وارد ہونے والے اعتراضات کا تعاقب کیا گیا ہے اس ضمن میں اس باب کو دو فصول میں بیان کیا ہے، پہلی فصل آپ ﷺ کی نبوت کے اثبات میں ہے اور اس میں چھ مسالک کو ذکر کیا ہے، جن میں سے پہلا مسلک آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک پر بہت زیادہ معجزات کے ظاہر ہونے کے بیان میں ہے پھر معجزات میں اخبار کو الگ اور عملی معجزات کو الگ بیان کیا گیا ہے۔ دوسرے مسلک کے تحت آپ ﷺ کے اخلاق عالیہ، بہترین خصلتیں اور عادات، علمی اور عملی کمالات کو جمع کیا گیا ہے اور پھر اس پر بعض غیر مسلموں کے واقعات کو بھی تحریر کیا ہے جو آپ ﷺ کے اخلاق عالیہ سے متاثر ہوئے تھے۔ تیسرا مسلک آپ ﷺ کے اخلاق و اوصاف کے بیان میں ہے۔ چوتھا مسلک آپ ﷺ کا بت پرست قوم میں آنا اور آپ ﷺ کے دین کا بہت تھوڑے عرصہ میں تمام دینوں پر غالب آنے کے بیان میں ہے۔ پانچویں مسلک میں زمانہ نبوت کا ذکر کے جو جہل و ضلالت اور گمراہی سے بھرا زمانہ تھا جس کے لیے ایک جلیل القدر پیغمبر کی ضرورت تھی اور اسی ضرورتِ نبوت کو آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ نے بہت احسن طریقے سے پورا کیا۔ چھٹے مسلک میں پچھلے انبیاء علیہم السلام کا آپ ﷺ کی نبوت کی خبر دینے کے بیان میں ہے جس میں ابتداء امور ثمانیہ کو تحریر کیا ہے، جن میں سے تیسرے امر کے تحت لکھا ہے: یہ دعویٰ کہ اہل کتاب مسیح اور ایلیاء علیہما السلام کے علاوہ کسی اور نبی کا انتظار نہیں کرتے تھے یہ ایک غلط اور بے بنیاد دعویٰ ہے بلکہ وہ اِن دونوں کے علاوہ بھی نبی کا انتظار کرتے تھے جیسے کہ تو نے امر ثانی میں جان لیا ہے وہ علماء یہود جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہم عصر تھے انہوں نے یحیٰ علیہ السلام سے پہلے یہ پوچھا کیا آپ مسیح علیہ السلام ہیں جب آپ نے انکار کیا تو پوچھا کیا آپ ایلیاء علیہ السلام ہیں اور جب آپ نے انکار کیا تو پوچھا کیا تو آخری نبی ہے یعنی وہ معہود نبی ﷺ جس کی خبر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ نبی ﷺ بھی حضرت مسیح علیہ السلام

اور ایلیاء علیہ السلام کے طرح لوگوں کی انتظار کا مرجع تھا اور آپ ﷺ اتنے مشہور تھے کہ نام ذکر کرنے کی بھی ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے بلکہ آپ کی طرف اشارہ کرنا کافی سمجھتے تھے۔"[46]

اس کے بعد سابقہ کتب مقدسہ سے آپ ﷺ کے متعلق اٹھارہ پیشن گوئیوں کو جمع کیا ہے، جن میں سے چودھویں بشارت کے تحت لکھا ہے: انجیل متی کے تیرھویں باب میں اس طرح ہے 'ان کے سامنے دوسری مثال یہ کہتے ہوئے پیش کی 'آسمانوں کی بادشاہت رائی کے دانے کے مشابہ ہے جس کو انسان لے کر اپنی زرخیز زمین میں کاشت کرتا ہے اور یہ تمام بیجوں میں سب سے چھوٹا بیج ہے لیکن جب بڑھتا ہے سب سے بڑا پودا بن جاتا ہے اور درخت بن جاتا ہے یہاں تک کے فضاء کے پرندے آتے ہیں اور اس کی شاخوں میں ٹھکانہ پکڑتے ہیں۔ تو آسمانوں کی بادشاہی نجات کا طریقہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کی شریعت کے ذریعے ظاہر ہوا۔ اس لیے کہ آپ ﷺ ایسی قوم میں پلے بڑھے جو سب کے نزدیک حقیر تھی اس لیے کہ وہ اکثر دیہاتی تھے اور علم وہنر سے ناواقف تھے جسمانی لذتوں دنیاوی تکلفات سے محروم تھے۔ خصوصا یہود کے نزدیک کیونکہ آپ ﷺ کی قوم ہاجرہ کی اولاد تھی۔ اللہ تعالی نے انہی میں رسول اللہ ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا تو آپ کی شریعت شروع میں ظاہر کے اعتبار سے تمام شریعتوں میں سب سے چھوٹی رائی کے دانے کی طرح تھی لیکن اپنے عموم کی وجہ سے تھوڑی سی مدت میں بڑھ گئی اور سب سے بڑی شریعت بن گئی اور مشرق اور مغرب میں پھیل گئی یہاں تک کہ جو لوگ بالکل لا دین تھے کسی شریعت کے ماننے والے نہیں تھے وہ بھی آپ کے دین کے مطیع بن گئے۔"[47]

دوسری فصل میں چار اعتراضات کو نقل کر کے اُن کے جوابات دیے گئے ہیں:

۱. پہلا اعتراض جہاد پر ہے[48]
۲. دوسرا اعتراض رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر معجزات کے ظاہر نہ ہونے سے متعلق ہے۔[49]
۳. تیسرا اعتراض عورتوں کے بارے میں ہے۔[50]
۴. چوتھا اعتراض (نعوذ باللہ من ذالک) رسول اللہ ﷺ گنہ گار تھے اور گنہ گار کا دوسرے گناہ گاروں کے لیے سفارشی بننا صحیح نہیں ہے۔[51]

مطاعن اربعہ کی تحریر سے جب فارغ ہوئے تو ان کلمات پر چھٹے باب کو ختم کیا ہے:

"اللهم ابعثه مقاما محمودا الذي وعدته، وارزقنا شفاعته يوم القيامة، وليكن هذا آخر الباب"[52]

'یا اللہ! رسول اللہ ﷺ کو وہ مقام محمود عطا فرما جس کا تونے وعدہ فرمایا ہے اور ہمیں قیامت کے دن آپ ﷺ کی سفارش نصیب فرما اور یہ آخری باب ہے'

اختتامی کلمات:

اختتامی کلمات میں کتاب کا نام اور کتاب لکھنے کی تاریخ کو ان الفاظ میں تحریر کیا ہے:

"وصار تاریخ ختمه(تائیدالحق برحمة الله ۱۲۸۰ه) فأعوذ بالله من الحاسد الذي لاينال من المجالس إلامذمة وذلا، ولاينال من الملائكة إلالعنة وبغضا"[53]

'اس کتاب کے ختم ہونے کی تاریخ ۱۲۸۰ھ ہے جو ابجد میں "تائید الحق" بنتا ہے اور میں حاسد سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جس کو مجالس سے صرف ذلت ورسوائی ہی ملتی ہے اور فرشتوں کی طرف سے صرف لعنت اور بغض ملتا ہے'

اور پھر سورۃ بقرۃ کی آخری آیت مبارکہ پر اس تاریخی کاوش کو ختم کیا ہے۔

حواشی و حوالہ جات

[1] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، (السعودیہ العربیہ: الرئاسۃ العامہ، ۱۴۱۰ھ)، ج۱، ص۸۔

[2] صابری، امداد، آثار رحمت، (دہلی: مطبوعہ یونین پرنٹنگ پریس، سطن)، ص ۳۸۲۔

[3] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۱، ص ۸۷۔

[4] کیرانوی، مولانا محمد سعید، ایک مجاہد معمار، سطن، ص ۳۵۔

[5] سی جی، پادری فانڈر، میزان الحق، بار دوم ۱۹۶۲ء، ص ۲۹۔

[6] سی جی، پادری فانڈر، میزان الحق، ص ۴۱، ۲۷۷۔

[7] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۱، ص ۹۔

[8] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۱، ص ۲۰۔

[9] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۱، ص ۲۶۔

[10] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۱، ص ۸۵۔

[11] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۱، ص ۹۵۔

[12] لفظ بائبل کے متعلق مولانا کیرانویؒ لکھتے ہے کہ یہ یونانی زبان کا لفظ ہے جس کا معنیٰ ہے کتاب۔

[13] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۱، ص ۹۸۔

[14] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۱، ص ۱۰۱، ۱۰۵۔

[15] یہ سلطان حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے اور ۶۴۱ ق م میں شاہی تخت پر براجمان ہوا۔

[16] حادثہ بخت نصر ۵۸۸ قبل از مسیح کو ہوا تھا۔

[17] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۱، ص ۱۱۲۔

[18] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۱، ص ۱۵۷، ۱۵۸۔

[19] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۱، ص ۱۶۸۔

[20] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۲، ص ۲۵۷۔

[21] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۲، ص ۳۵۳۔

[22] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۲، ص ۳۸۷، ۳۸۸۔

[23] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۲، ص ۴۲۷۔

[24] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۲، ص ۴۳۱۔

[25] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۲، ص ۴۶۳، ۴۶۴۔

[26] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۲، ص ۵۱۳۔

[27] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۲، ص ۶۰۹۔

[28] الحج، ۵۲۔

[29] الجاثیہ: ۲۹۔

[30] الافریقی، محمد بن مکرم، جمال الدین ابن منظور، لسان العرب، (بیروت: دار صادر، ۱۴۱۴ھ) ج۳، ص ۶۱۔

[31] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۳، ص ۶۴۳۔

[۳۲] شاطبی، ابراہیم بن موسی، الغرناطی، الموافقات، (دار ابن عفان، ۱۴۱۷ھ)، ج۳، ص ۳۴۱۔

[۳۳] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۳، ص ۶۶۰۔

[۳۴] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۳، ص ۶۶۸، ۶۷۳۔

[۳۵] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۳، ص ۶۸۲۔

[۳۶] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۳، ص ۷۲۷۔

[۳۷] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۳، ص ۷۴۹۔

[۳۸] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۳، ص ۷۶۰۔

[۳۹] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۳، ص ۸۱۷۔

[۴۰] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۳، ص ۸۲۱۔

[۴۱] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۳، ص ۸۸۸۔

[۴۲] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۳، ص ۸۹۱۔

[۴۳] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۳، ص ۹۱۴۔

[۴۴] الضحیٰ:۷۔

[۴۵] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۳، ص ۹۴۸۹۴۷۔

[۴۶] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۴، ۱۰۰۰، ۱۰۸۵۔

[۴۷] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۴، ص ۱۱۷۶۔

[۴۸] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۴، ص ۱۲۵۶۔

[۴۹] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۴، ص ۱۳۰۶۔

[۵۰] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۴، ص ۱۳۱۹۔

[۵۱] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۴، ص ۱۳۵۲۔

[۵۲] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۴، ص ۱۳۶۴۔

[۵۳] کیرانوی، رحمت اللہ، مولانا، اظہار الحق، ج۴، ص ۱۳۶۵۔